42

دینی دعوت کی حکمتِ عملی

علامہ سید سلیمان ندوی

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

باسمہ تعالیٰ

حرف اول

جس دور میں ہم جی رہے ہیں' اس میں دین اسلام کے حوالہ سے کئی خام ذہن گروہوں کی سطحیت کے سبب کئی الجھنیں پیدا ہوگئی ہیں جن کا سلجھانا نہ صرف ضروری ہے' بلکہ دین حق کے تشخص کو اس کے تاریخی تسلسل کے تناظر میں اجاگر کرنا بھی صاحبان دین متین کی ذمہ داری ہے'

دین کو مسلط کرنے کے انداز میں پیش کر کے اپنی بالادستی کیلئے فضاء ہموار کرنے کی روش نے نوجوان نسل میں بہت سی غلط فہمیاں پیدا کر دی ہیں جبکہ دین حق اپنے فطری اصولوں کے سبب دنیا انسانیت کی آواز ہے اور اس نے ذہنوں پر پہرے بٹھانے کی بجائے دلیل و شعور کی بنیاد پر ہی اپنے آپ کو منوایا ہے اس دین کے فروغ کیلئے کیا انداز اختیار کیا جانا چاہئے اور اس کی دعوت کی اساس کیا ہونی چاہئے؟ اس حوالہ سے زیر نظر پمفلٹ کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا اس کے پس منظر کے حوالہ سے مولانا محمد منظور نعمانی مرحوم رقم طراز ہیں کہ کتاب (مولانا محمد الیاس اور انکی دینی دعوت) کا جب دوسرا ایڈیشن چھپ کر تیار ہوا' تو اس پر مقدمہ لکھنے کیلئے حضرت سید (سلیمان ندویؒ) صاحب سے درخواست کی گئی' ذیل کا مقالہ اسی درخواست پر کتاب ہذا کے مقدمہ ہی کے طور پر لکھا گیا ہے' جو افادیت کے اعتبار سے مستقل مقالہ کی حیثیت بھی رکھتا ہے ہمارے ناظرین بالخصوص دین کی دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والے اگر غور سے پڑھیں گے تو نہایت مفید اور بصیرت افروز ہدایات انہیں اس سے ملیں گی۔

اس مقالہ کی مولانا مفتی عبدالقدیر صاحب نے نوک پلک سنواری ہے لہٰذا ناگزیر مگر معمولی حذف و ترمیم کے ساتھ (جو پمفلٹ کی ضرورت تھی) مقالہ پیش خدمت ہے۔ (چیئرمین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام ایک پیغام الٰہی اور اس پیغام کی حامل امت مسلمہ ہے' یہ وہ حقیقت ہے جس سے نہ صرف آج کے عام مسلمان بلکہ مسلمان علماء و مشائخ تک نے اعراض اور تغافل برتا' اور اس حقیقت کو بالکل بھلا دیا ہے' اس کا نتیجہ ہے کہ مسلمان اپنے آپ کو انہیں معنوں میں قوم سمجھنے لگے' جن معنی میں دنیا کی قومیں اپنے کو قوم سمجھتی ہیں' ان میں سے کوئی تو وطنیت کے سہارے اپنی قومیت کی دیوار کھڑی کرتا ہے' کسی نے نسل کو قومیت کا معیار سمجھا' اور ان میں سے جو اپنے تئیں سمجھ رکھتے ہیں وہ زیادہ سے زیادہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان قوم قومیت اور نسل سے نہیں' بلکہ مذہب کی بنیاد پر قوم ہے' حالانکہ حقیقت ان سے بھی آگے ہے' اور وہ یہ کہ مسلمان وہ جماعت ہے جو اللہ کی طرف سے ایک خاص پیغام لے کر دنیا میں آئی ہے' اس پیغام کو قائم رکھنا اور اس کو پھیلانا اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا اس کی زندگی کا تنہا فریضہ ہے' اس پیغام کے ماننے والوں کی ایک برادری ہے' جس کے حقوق ہیں' اور یہی ان کی قومیت ہے۔ (یعنی مشن اور مقصد کے اعتبار سے۔ باقی اسلام' قوم اور قومیت اور بین الاقوامیت کے اصطلاحی مفاہیم کی نفی نہیں کرتا' بشرطیکہ ان کی بنیاد بین الاقوامی برادری کے باہمی تعاون و ترقی پر ہو (ع - ق)

اس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد مسلمان قوم (جماعت) کا سب سے بڑا فرض اس پیغام الٰہی کی معرفت اس کی بجا آوری' اس کی تعلیم' اس کی دعوت اور اس کی اشاعت اور اس کے حلقہ بگوشوں کی ایک پوری برادری کا قیام اور اس کے حقوق کو بجالانا ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اپنے اس فرض کو بھلا دیا' ہمارے بہت سے سلاطین اور بادشاہوں نے ملک گیری اور کشور کشائی پر قناعت کی' اور عیش و آرام اور جاگیر و خراج کی دولت کو اپنی زندگی کا ماحصل قرار دیا کئی علماء نے درس و تدریس اور فتنوں سے عزلت نشینی کی زندگی پر کفایت کی اکثر درویشوں اور

صوفیوں نے تسبیح و سجادہ کی آرائش پر بس کی' اور زندگی کے کاروبار سے اپنے کو الگ کر لیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ امت رہبری اور رہنمائی کے بغیر اپنے حال سے غافل ہو کر رہ گئی' اور امت مسلمہ کی زندگی کی غرض و غایت اس کے سارے طبقوں سے مخفی ہو گئی۔

امت مسلمہ کا ایک اہم فریضہ

قرآن پاک اور احادیث صحیحہ کے نصوص سے یہ ثابت ہے کہ امت مسلمہ اپنے نبی کی تبعیت (اتباع) میں امم عالم (دنیا کی دوسری امتوں) کی طرف مبعوث ہے' اس امت کو باہر ہی اس لئے لایا گیا ہے کہ وہ دعوت و تبلیغ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرض کو انجام دے جیسا کہ یہ آیت پاک کھلے لفظوں میں ظاہر کر رہی ہے۔

"تم اے مسلمانو! بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی اچھے کاموں کو بتاتے ہو' اور برے کاموں سے روکتے ہو"۔ (آل عمران)

اس آیت نے بتایا کہ امت مسلمہ دنیا کی دوسری امتوں کے لئے باہر لائی گئی ہے اس کی پیدائش کی غرض بھی یہی ہے' کہ وہ امم عالم کی خدمت کرے' اور ان میں خیر کی دعوت اور معروف کی اشاعت اور منکر کی ممانعت کرے' ایسی حالت میں اگر یہ امت اپنے اس فرض سے غفلت برتے' تو وہ اپنی زندگی کے مقصد کے پورا کرنے سے عاری ہے' اس آیت سے چند آیتیں اوپر یہ تصریح ہے کہ ہر زمانہ میں امت مسلمہ پر یہ فرض کفایہ ہے کہ اس کی کچھ جماعت اسی کام میں لگی رہے' اور اگر اس سے مسلمانوں کی ہر جماعت نے پہلو تہی کی تو ساری امت مسلمہ گناہ گار ٹھہرے گی' اور اگر کچھ جماعتوں نے اس فرض کو انجام دیا' تو یہ فرض پوری امت کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ ارشاد ہے:۔

"اور چاہئے کہ تم میں ایک جماعت ایسی رہے جو لوگوں کو نیکی کی دعوت کرتی رہے' اور اچھے کاموں کی تعلیم دیتی رہے' اور بری باتوں سے روکتی رہے' اور یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں"۔ (آل عمران)

پوری امت کی صلاح و فلاح اور دوا و معالجہ کے لئے یہی جماعت ذمہ دار ٹھہرائی گئی' اس کے تین فرض قرار دیئے گئے' پوری امت بلکہ ساری انسانیت کو خیر کی دعوت' معروف کی اشاعت اور منکر کی ممانعت' جب تک اور جس نسبت سے امت کے اندر اس جماعت کے افراد رہے' یہ فریضہ پورا ہوتا رہا' اور حدیث خیر القرون کے مطابق جماعت صحابہ' جماعت تابعین جماعت تبع تابعین کے بعد جماعت گھٹ کر افراد رہ گئے۔

دولت و سلطنت کا مقصود سیاست عادلہ کا قیام ہے

اس راہ میں سب سے بڑی ضلالت گمراہی دولت و سلطنت کے منتہائے مقصود سمجھنے سے آئی' اور حضور انور ﷺ کا یہ خیال کہ :۔ "میں تمہارے بارے فقر و فاقہ سے نہیں ڈرتا بلکہ تمہارے بارے میں اندیشہ ہے کہ ہم پر دنیوی نعمتوں کی فراوانی ہو جائے" درست نکلا یہ حدیث ملت کی رہنمائی کرنے والے مخصوص طبقہ (علماء مشائخ اور امراء) کے متعلق ہے۔ ورنہ دوسری مشہور حدیث کاد الفقران یکون کفرا" میں فقر کو ایمان و اخلاق کی بربادی کا سبب قرار دیا گیا اور بہت سی احادیث میں اس سے پناہ مانگی گئی (ع۔ق)

دنیا نے جب اپنی وسعتوں' عیش پرستیوں اور دولت مندیوں کے ساتھ مسلمانوں پر سایہ ڈالا' تو وہ صرف کشور ستانی' ملک گیری اور باج و خراج کو امت مسلمہ کی زندگی کا حاصل سمجھے' اور دولت اسلام کے بجائے مسلمانوں کی سلطنت پر قانع ہو گئے' یعنی ایسی سلطنت کو اپنا مقصد سمجھ بیٹھے' جس کا حاکم کوئی مسلمان نام ہو' حالانکہ مقصد یہ تھا کہ اسلام کی شریعت اور اسلام کی سیاست عادلہ کی حکومت قائم کی جائے' اور یہ سلطنت و حکومت اس نظام و عدل کے قیام کا سب سے بڑا اور سب سے قوی ذریعہ ہو' جیسا کہ اس آیت پاک کا منشا ہے :۔

"وہ لوگ جن کو ہم زمین میں طاقت بخشیں' تو نماز کھڑی کریں' اور زکواۃ دیں اور اچھی بات کا حکم کریں' اور بری بات سے روکیں' اور اللہ ہی کے لئے ہے کاموں کا انجام"۔ (سورہ الحج 17:7)

امت مسلمہ بحیثیت جانشین نبیؐ اور اس کا تاریخی تسلسل

امت مسلمہ فرائض نبوت میں سے دعوت خیر اور امر معروف اور نہی منکر میں نبی کی جانشین ہے' اس لئے رسول کریم علیہ الصلوۃ و التسلیم کو کار نبوت کے جو تین فرض عطا ہوئے ہیں :_ تلاوت احکام' تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ' یہ تینوں فرض امت مسلمہ پر بھی بطور کفایہ (اجتماعی فرض) عائد ہیں' چنانچہ قرناً" بعد قرن ہر دور میں اکابر ائمہ امت نے ان تینوں فریضوں کی ادائیگی میں پوری توجہ اور کوشش مبذول فرمائی اور انہیں کے مجاہدات (کاوشوں) کا نور ہے جس سے کاشانہ اسلام میں روشنی ہے' نبوت کے یہ تینوں فرض اس آیت میں یکجا ہیں :_

"ایک رسول انہی میں سے جو اللہ کی آیتوں کو پڑھ کر سناتا اور ان کو پاک و صاف کرتا' اور کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے"_ (سورہ جمعہ 28)

تعلیم اور تزکیہ کی یکجائی اور صوفیاء و علماء ربانی

رسول کریم ﷺ نے ان تینوں فرائض کو بحسن و خوبی انجام دیا' لوگوں کو احکام الٰہی اور آیات ربانی پڑھ کر سنائیں' اور ان کو کتاب الٰہی اور حکمت ربانی کی باتیں سکھائیں' اور اسی پر اکتفانہ کی' بلکہ اپنی صحبت' فیض تاثیر اور طریق تدبیر سے پاک و صاف بھی کیا' نفوس کا تزکیہ فرمایا' قلوب کے امراض کا علاج کیا' اور برائیوں اور بدیوں کے زنگ اور میل کو دور کرکے اخلاق انسانی کو نکھارا اور سنوارا' یہ دونوں ظاہری و باطنی فرض یکساں اہمیت سے ادا ہوتے رہے' چنانچہ صحابہؓ اور ان کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین کی تین جماعتوں تک یہ دونوں ظاہری و باطنی کام اسی طرح توأم یعنی جڑے رہے' جو استاد تھے وہ شیخ تھے' اور جو شیخ تھے وہ استاد تھے' وہ جو مسند درس کو جلوہ دیتے تھے وہ خلوت کے شب زندہ دار اور اپنے ہم نشینوں کے تزکیہ و تصفیہ کے بھی ذمہ دار تھے' ان تینوں طبقوں میں استاد اور شیخ کی تفریق نظر نہیں آتی۔

تعلیم اور تزکیہ میں تفریق اور اس کے نتائج

اس کے بعد وہ دور آنا شروع ہوا جس میں مسند ظاہر کے درسگو (مدرسین) باطن کے کورے، اور باطن کے روشن دل ظاہر سے عاری ہونے لگے، اور عہد بہ عہد ظاہر و باطن کی یہ خلیج بڑھتی ہی چلی گئی، تا آنکہ تمدن کی وسعت کے سبب علوم ظاہرؒ کے لئے مدارس کی چہار دیواری اور تعلیم و تزکیہ باطن کے لئے خانقاہوں اور رباطوں کی تعمیر عمل میں آئی، اور وہ مسجد نبویؐ جس میں یہ دونوں جلوے یکجا تھے اس کی تجلیات مدرسوں اور خانقاہوں کے دو حصوں میں تقسیم ہوگئیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدارس سے علماء دین کی جگہ علماء دنیا نکلنے لگے، اور باطن کے مدعی علم شریعت کے اسرار و کمالات سے جاہل ہو کر رہ گئے۔

فلاح دونوں کی یکجائی میں ہے:۔

تاہم اس دور کے بعد بھی ایسی ہستیاں پیدا ہوتی رہیں جن میں نور نبوت کے یہ دونوں رنگ ابھرتے تھے، اور غور سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ اسلام میں جن بزرگوں سے فیوض پہنچے اور پھیلے، وہ وہی تھے جو ان دونوں کے جامع تھے، امام غزالیؒ جن سے علم معقول و منقول نے جلوہ پایا، علم حقیقت نے بھی انہی کے ذریعہ ظہور پایا، حضرت شیخ ابو النجیب سہروردیؒ ایک طرف شیخ طریقت ہیں تو دوسری طرف مدرسہ نظامیہ کے مدرس، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ امام وقت اور شیخ طریقت دونوں ہیں، یہاں تک کہ وہ لوگ جن کو علمائے ظاہر سمجھا جاتا ہے جیسے حضرات محدثین امام بخاریؒ ابن حنبلؒ، سفیان ثوریؒ وغیرہ، وہ بھی اس جامعیت سے سرفراز تھے۔ متوسطین میں علامہ ابن تیمیہؒ وغیرہ، وہ بھی اس جامعیت سے سرفراز تھے۔ متوسطین میں علامہ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم رحمہما اللہ تعالیٰ کو ناواقف باطن سے خالی سمجھتے ہیں، حالانکہ ان کے احوال و سوانح ان برکات باطنی سے لبریز ہیں، ابن قیم کی "مسالک السالکین" وغیرہ کتابیں پڑھئے تو اندازہ ہوگا کہ وہ آرائش ظاہر اور جمال باطن دونوں سے آراستہ تھے۔

ہندوستان میں جن بزرگوں کے دم قدم سے اسلام کی روشنی پھیلی وہ حقیقت میں وہی تھے جن کی ذات میں مدرسہ اور خانقاہ کے کمالات کی جامعیت تھی کہ وہ

اسوہ نبوت سے قریب تر تھے' اس لئے ان کا فیض بعید سے بعید تر حصہ تک پھیلتا چلا گیا' آسمان دلی کے مہر و ماہ اور تارے شاہ عبدالرحیم صاحب دہلویؒ سے (والد ماجد امام شاہ ولی اللہؒ) سے لے کر شاہ اسماعیل شہیدؒ تک کو آپ ایک ایک کر کے دیکھیں تو ظاہر و باطن کے علوم والوں کی یکجائی کا نظارہ آپ کو ہوگا' اور اس سے ان کے علمی و روحانی برکات کی وسعت کی حقیقت آشکارا ہو جائے گی وہ علوم کی تدریس "(یعلمھم الکتاب والحکمۃ)" کا جلوہ دکھاتے تھے اور حجروں میں بیٹھ کر "یزکیھم" کی جلوہ ریزی فرماتے تھے۔

پھر ان کے بعد (اسی جماعت کے وارثین) ان کے فیوض و برکات کے جو حامل ہوئے جن کی نشاندہی چنداں ضروری نہیں کہ "سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود" ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے اثر سے ہے) ان سے دنیا کو جو فیض پہنچا اور دین کی اشاعت و تبلیغ اور قلوب و نفوس کے تزکیہ و تصفیہ کا جو کام انجام پایا وہ بھی ظاہر و باطن کی اسی جامعیت کے آئینہ دار تھے اور آئندہ بھی سنن الہیہ (خدائی ضابطوں) کے مطابق دین کا فیض جن سے پھیلے گا وہ وہی ہوں گے جن کے اندر مدرسیت اور خانقاہیت کی دو سوتیں ایک چشمہ بن کر رہیں گی۔

آنکھوں کا نور شب بیداری سے بڑھتا اور زبان کی تاثیر ذکر کی کثرت سے پھیلتی ہے' رات کے راہب ہی اسلام میں دن کے سپاہی ثابت ہوئے ہیں' سوانح و تراجم کا سیزدہ صد سالہ دفتر (تیرہ سو سالہ ریکارڈ) اس دعویٰ کا شاہد ہے زبان کی روانی اور قلم کی جولانی' دل کی تابانی کے بغیر سراب کی نمود (نمائش) سے زیادہ نہیں' خواہ وہ اس وقت کتنا ہی تابناک نظر آتا ہو' مگر وہ مستقل اور مستقبل وجود سے محروم ہے۔

امت محمدیہؐ کے مزاج ملت کے مطابق یہ ضروری ہے کہ داعی (تنظیم) اور دعوت (نصب العین) اور طریق دعوت (لائحہ عمل) تینوں چیزیں ٹھیک ٹھیک طریق نبوت اور اسوہ نبوت کے مطابق ہوں' داعی خود بھی قلباً" اور قالباً" داعی اول محمد رسول اللہ ﷺ سے نسبت تاریخی تسلسل کے ساتھ رکھتا ہو۔ جس حد تک یہ نسبت قوی ہوگی' دعوت میں تاثیر اور کشش پیدا ہوگی' پھر ضرورت ہے کہ دعوت وہی ہو'

یعنی خالص اسلام اور ایمان و عمل صالح کی دعوت ہو قنوطیت اور سیاسی مذہبیت پر مبنی نہ ہو پھر دعوت کا طریق بھی وہی اختیار کیا جائے جو داعی اسلام علیہ الصلواۃ والسلام نے اختیار فرمایا تھا۔ جس حد تک ان تینوں امور میں عہد رسالت و نبوت کے ساتھ قرب و مناسبت جتنی زیادہ ہوگیا تنی ہی زیادہ دعوت کی قوت میں تاثیر اور دعوت کے دائرہ میں وسعت پیدا ہوگی' اور راہ کی ضلالت سے حفاظت اور صراط مستقیم کی طرف رہبری کی طاقت میں اضافہ ہوگا' گذشتہ صدیوں کے جن داعیان امت کے تجدیدی کارناموں کو امت نے تسلیم کیا ہے' ان کی تاریخ سے بھی ان اصولوں کی سچائی ثابت ہوتی ہے۔

الغرض ضرورت یہ ہے کہ داعی اپنے علم و عمل' فکر و نظر' طریق دعوت اور ذوق و حال میں انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً محمد رسول اللہ ﷺ سے ایک خاص مناسبت رکھتا ہو صحت ایمان اور ظاہری عمل صالح کے ساتھ اس کے باطنی احوال بھی منہاج نبوت پر ہوں۔ محبت الٰہی خشیۃ الٰہی' اخلاق للہ اور تعلق مع اللہ کی کیفیت ہو' اخلاق و عادات و شمائل میں اتباع سنن نبویؐ کی کیفیت ہو' حب للہ' بغض للہ' رافت و رحمت بالمسلمین اور شفقت علی الخلق (اللہ کی خاطر محبت و نفرت' مسلمانوں کے ساتھ نرمی و ہمدردی اور انسانیت کے ساتھ شفقت) اس کی دعوت کا محرک ہو' اور انبیاء علیہم السلام کے بار بار دہرائے ہوئے اصول کے مطابق سوائے اجر الٰہی کی طلب کے کوئی مقصود نہ ہو ان اجری الا علی اللہ اور اس کی طلب کی ایسی دھن ہو' کہ جاہ و منصب مال و دولت' عزت و شہرت اور نام و نمود اور ذاتی آرام و آسائش کا کوئی خیال راہ میں مانع نہ ہو' اس کا بیٹھنا' اٹھنا' بولنا' چالنا' غرض اس کی زندگی کی ہر جنبش و حرکت اسی ایک سمت میں سمٹ کر رہ جائے۔ ان صلوتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین

تبلیغی ناکامی کی وجہ

1921ء کی بات ہے کہ ہندوستان میں آریوں کی کوشش سے جاہل نو مسلم دیہاتی علاقوں میں ارتداد کی آگ پھیلی اس آگ کے بجھانے کے لئے ہر چار طرف

مسلمان کھڑے ہوئے' بہت سی تبلیغی انجمنیں بنیں' ہزاروں روپے کے چندے ہوئے' مبلغین نوکر رکھے گئے' جگہ جگہ پھیلائے گئے' مناظرین اسلام نے بحث و مناظرہ کے میدان گرم کئے' اور کئی سال تک بڑے دھوم دھام سے یہ کام ہوتا رہا' آخر آہستہ آہستہ جوش و خروش کم ہوتا گیا' ایک ایک انجمن ٹوٹ گئی' چندوں کی کمی سے مبلغین برطرف ہوتے گئے' مناظرین کے بلاوے بھی گھٹنے لگے' اور سمندر میں بالکل سکون ہوگیا۔

اس ناکامی کی وجوہ کیا تھیں؟ یہ سارا تماشہ کام کرنے والوں کی دلی لگن کا نتیجہ نہ تھا' اور نہ مبلغین و مناظرین و داعیان کے دلوں میں دین کی دھن تھی' بلکہ جو کچھ تھا' وہ داد و ستد کا مبادلہ (ستائش کا عوض) اور نفع عاجل (وقتی فائدہ) کی حرص و طمع تھی' اور دینی دعوت اور باطنی ارشاد و تبلیغ' بازار کی قیمت سے خریدی نہیں جاتی۔

انبیاءؑ کے اصول دعوت:۔

(1) انبیاء علیہم السلام کے اصول دعوت کی بنیادی چیز یہی ہے کہ وہ اپنے کام کی اجرت اور مزدوری کسی مخلوق سے نہیں چاہتے وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین ان کا متحدہ و متفقہ فیصلہ ہے' انتہا یہ ہے کہ وہ اپنے کام کی کسی بندے سے تحسین و آفریں بھی نہیں چاہتے' ان کی دعوت کی کشش اور تاثیر دو قوتوں کا نتیجہ ہوتی ہے' مخلوق کے ہر اجر سے استغنا و بے نیازی اور ان کی ذاتی پاکیزہ زندگی۔ "سورہ یٰسین" میں چند داعیان حق کا ذکر ہے' جس میں ایک کی تکذیب کے بعد دوسرے رسول کی آمد اور اس کی تائید کا بیان ہے' اقصائے شہر سے ایک سعید ہستی آتی ہے اور اپنے ہم قوموں سے خطاب کر کے کہتی ہے:۔

اے میرے لوگو! ان پیغمبروں کی پیروی کرو' ان کی پیروی کرو جو تم سے مزدوری نہیں چاہتے' جو راہ ہدایت پائے ہوئے ہیں"۔ (سورہ یٰسین)

معلوم ہوا کہ مبلغ کے لئے پاکیزگی اور مخلوق سے بے نیازی اور اخلاص و للہیت ان کی تاثیر کا اصل سرچشمہ ہے۔

(2) ان کی تبلیغ و دعوت کا دوسرا محرک بندگان الٰہی پر رحمت و شفقت اور خیر خواہی کا جذبہ ہے بندوں کی اس تباہ حالت کو دیکھ کر ان کا دل جلتا ہے' اور خیر خواہی سے ان کا دل چاہتا ہے کہ کسی طرح ان کی حالت سدھر جائے' ٹھیک اس طرح جس طرح باپ بیٹے کی اصلاح اور رشد و ہدایت کا طالب محض پدرانہ شفقت اور خیر خواہی کی بناء پر ہوتا ہے' اسی طرح مبلغ اور داعی کے اندر بھی یہی جذبہ ہو' دینی خیر خواہی اور مسلمانوں پر رحمت و شفقت کی تاثیر اس کے دل کو بے چین رکھے۔ حضرت ہود علیہ السلام اپنی امت کو کہتے ہیں:۔

اے میرے لوگو! میں بیوقوف نہیں' لیکن میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا ہوں' میں تم کو اپنے پروردگار کا پیغام پہنچاتا ہوں' اور میں تمہارا معتبر خیر خواہ ہوں۔ (سورہ اعراف 8)

حضرت صالح علیہ السلام اپنی امت کو خطاب کر کے فرماتے ہیں:۔

"اے میرے لوگو! میں نے تم کو اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا دیا' اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی' لیکن تم اپنے خیر خواہوں کو نہیں چاہتے"۔ (اعراف 8)

حضرت نوح علیہ السلام پر ان کی قوم گمراہی کی تہمت لگاتی ہے' آپ جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اے میرے لوگو! میں بہکا نہیں ہوں' لیکن پرودگار عالم کا بھیجا ہوا ہوں' تمہیں اپنے پرودگار کے پیغام پہنچاتا ہوں' اور تمہارا بھلا چاہتا ہوں۔" (اعراف 8)

آنحضرت ﷺ کے تبلیغی احوال اور کیفیات کا ذکر قرآن پاک میں بار بار ہے' اور ہر بار یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام کو امت کا کتنا غم تھا' ایسا غم کہ جس کے بوجھ سے پشت مبارک ٹوٹی جارہی تھی۔ ارشاد خداوندی ہے۔

"کیا ہم نے تمہارے سینہ کو نہیں کھول دیا اور تم سے اس بوجھ کو نہیں اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ کو توڑ دیا تھا۔ (سورہ الم شرح)

امت کے غم سے یہ حال تھا کہ حضور ﷺ کو اپنا جینا بھی دو بھر معلوم ہوتا

تھا' اللہ تعالیٰ نے تسلی دی' اور فرمایا :۔

"کیا اس بات پر آپ اپنی جان گھونٹ ڈالیں گے کہ یہ ایمان نہیں لاتے"۔ (شعراء)

یہی مفہوم سورہ کہف کی ایک آیت میں بھی ہے :۔

"تو کیا آپ ان کے پیچھے اگر وہ ایمان نہ لائیں' اپنی جان افسوس کر کے گھونٹ ڈالیں گے"۔

اس محبت و رحمت کا اقتضاء تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر مسلمانوں کی ہر تکلیف شاق گذرتی تھی' اور چاہتے تھے کہ ہر بھلائی اور خیر کا دروازہ ان پر کھل جائے' ارشاد ہوا۔

"تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا' جس پر تمہارا تکلیف میں پڑنا شاق ہوتا ہے' تمہاری بھلائی کا حریص ہے اور ایمان والوں پر مہربان اور رحیم ہے (سورہ توبہ 11)

3۔ دعوت و تبلیغ کا تیسرا اصول یہ ہے کہ نرمی' سہولت' آہستگی' دانشمندی اور ایسے اسلوب سے گفتگو کی جائے کہ جس سے مخاطب پر داعی کے خلوص و محبت اور شفقت کا اثر پڑے' اور بات مخاطب کے دل میں اتر جائے' فرعون جیسے خدائی کے مدعی کافر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی بھیجے جاتے ہیں تو ان سے کہا جاتا ہے۔

"تم دونوں (حضرت موسیٰ و ہارون) فرعون سے نرم گفتگو کرنا۔ (سورہ طہ)

منافقین نے اسلام کو نقصان پہنچانے چاہے' اور جس طرح اسلام کی دعوت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ناکام کرنا چاہا' وہ بالکل ظاہر ہے بایں ہمہ آپ کو یہی حکم دیا جاتا ہے۔

"تو آپ ان سے درگزر کیجئے اور ان کو نصیحت کیجئے' اور ان سے ان کے معاملہ میں ایسی بات کیجئے جو ان کے دل میں اتر جائے" (سورہ نساء 5)

اس سے اندازہ ہو گا کہ جب اس نرمی اور سہولت اور دل میں گھر کر لینے

والی بات کا طریق منافقوں سے برتنے کا حکم ہوتا ہے' تو عام نادان مسلمانوں کو سمجھانے اور بتانے کا کیسا طریقہ ہونا چاہیے' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے دعوت کے اس اصول کو آیت ذیل میں تفصیل سے ظاہر فرما دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

"آپ اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو دانشمندی اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے دعوت دیں' اور بحث و مباحثہ کریں' تو وہ بھی خوبی سے" (سورہ نحل)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یمن کی سمت دو صحابیوں کو اسلام کا داعی بنا کر بھیجا تو ان کو چلتے وقت یہ نصیحت فرمائی۔

"تم لوگوں کو آسانی کی راہ بتانا ان کو دقت میں نہ ڈالنا' انہیں خوشخبری سنانا اور نفرت نہ دلانا"۔ (صحیح بخاری)

دیکھنے میں تو یہ ارشاد نبویؐ دو دو لفظ کے دو فقرے ہیں' مگر ان میں طریق تبلیغ کا ایک دفتر بند ہے' داعی اور مبلغ کو چاہیے جس جماعت کو دعوت دے اس میں آسان سے آسان طریقے سے دین کو پیش کرے' اور شروع ہی میں سختی نہ کرے' ان کو خوشخبری اور اعمال کی بشارت اور رحمت و مغفرت الٰہی کی وسعت کا تذکرہ کرے' ان کو دین کا حوصلہ دلائے

اس کا یہ مطلب نہیں کہ عقائد اور فرائض میں مداہنت (سمجھوتہ) کی جائے' یہ کسی حال میں جائز نہیں' بلکہ یہ مقصد ہے کہ طریق کار میں سہولت بھی اور نرمی بھی برتی جائے' فرائض کے علاوہ دوسرے اعمال جو فرض کفایہ یا مستحبات ہوں' یعنی جن کے ترک کرنے کے سبب سے دین میں فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو' ان میں زیادہ سخت گیری نہ کی جائے' یا جن امور میں فقہا و مجتہدین نے مختلف راہیں اختیار کی ہیں' ان میں سے کسی ایک ہی راہ کے قبول میں شدت نہ کی جائے' یا مسائل کے بیان میں جس حد تک اللہ تعالیٰ نے وسعت پیدا کر رکھی ہے اس میں عزم تقوی کے لئے تنگی نہ کی جائے۔

ان امور کی مثالیں سیرت و سنن نبویؐ میں بکثرت ملتی ہیں' چنانچہ عقائد و فرائض میں مداہنت کرنے کی ممانعت قرآن پاک کی کئی آیتوں میں ہے' کفار اسلام

کے عقائد میں کچھ نرمی چاہتے ہیں۔ ارشاد قرآنی ہے۔

"کفار چاہتے ہیں کہ آپ کچھ نرمی کریں تو وہ بھی نرمی کریں۔ (سورہ قلم)

مگر اس کی اجازت نہیں دی گئی۔

4۔ اس اصول کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دعوت و تبلیغ میں الاہم فالاہم (اہم اور اہم تر کی ترتیب مدنظر رہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ شروع فرمائی تو سب سے پہلا زور صرف توحید اور رسالت پر صرف فرمایا لا الہ الا اللہ یعنی کلمہ اسلام کی دعوت شروع کی' قریش پوچھتے ہیں' کہ آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا "فقط ایک کلمہ (بات) اگر تم اس کو مان لوگے تو سارا عرب و عجم تمہارا زیر فرمان ہو جائے گا" اللہ تعالی کی الوہیت اور رسول کی رسالت حقیقت میں وہ تخم (بیج) ہے' جس کے اندر سے سارے احکام کا برگ و بار (پودہ) نکلتا ہے' سب سے پہلے اسی کا تخم ریزی چاہیے۔ اس کے بعد احکام کا دور آتا ہے۔

قرآن پاک کا طریق نزول خود اس طریق دعوت کی صحیح مثال ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "قرآن پاک میں پہلے دلوں کو نرم کرنے والی آیتیں نازل ہوئیں جن میں جنت و دوزخ کا ذکر ہے' یعنی جن میں ترغیب و ترہیب ہے پھر جب لوگ اسلام کی طرف مائل ہوئے تو حلال و حرام کی آیتیں نازل ہوئیں' اور اگر پہلے یہی اترتا کہ شراب مت پیو تو کون" مانتا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک کے نزول میں بھی یہ تبعیضی ترتیب ملحوظ رہی ہے۔

طائف کا وفد جب بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوا تو اس نے اسلام کی یہ شرط پیش کی کہ ان سے نماز معاف کر دی جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دین میں خدا کے سامنے جھکنا نہ ہو وہ کس کام کا۔ (**لا خیر فی دین لا رکوع فیہ**) پھر انہوں نے یہ شرط پیش کی کہ ان سے عشر وصول نہ کیا جائے' اور نہ مجاہدین کی فوج میں ان کو بھرتی کیا جائے' آپ نے یہ دونوں شرطیں قبول کر لیں' اور ارشاد فرمایا کہ جب یہ مسلمان ہو جائیں گے تو عشر بھی دیں گے اور جہاد میں بھی شریک ہوں گے۔ محدثین لکھتے ہیں کہ نماز چونکہ فوراً واجب ہوتی ہے

اس لئے اس میں نرمی نہیں برتی گئی اور جہاد کی شرکت چونکہ فرض کفایہ ہے اور کسی وقت خاص پر فرض ہوتی ہے اور زکوۃ و عشر کے وجوب کے لئے چونکہ ایک سال کی مدت کی وسعت تھی' اور بعد کو بھی وہ تاخیر سے ادا ہو سکتی ہے' اس لئے ان دونوں باتوں میں نرمی ظاہر فرمائی' اس سے تبلیغ کے حکیمانہ اصول پر پوری روشنی پڑتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجا تو ارشاد فرمایا

"ایسے لوگوں میں جارہے ہو جہاں اہل کتاب بھی ہیں' جب تم وہاں پہنچو تو ان کو سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں' اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں' جب وہ یہ مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالی نے ان پر دن میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں' جب وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ تعالی نے تم پر زکوۃ بھی فرض کی ہے جو دولتمندوں سے لی جائے اور غریبوں کو دی جائے۔اور جب وہ اس کو مان لیں تو زکوۃ میں چن چن کر ان کے اچھے مال چھانٹ کر نہ لو' اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں"

5_ تبلیغ و دعوت کے ان اصولوں میں سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں نمایاں معلوم ہوتے ہیں ایک "عرض" ہے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا انتظار نہیں فرماتے تھے کہ لوگ آپ کی خدمت میں خود حاضر ہوں' بلکہ آپ اور آپ کے داعیؐ لوگوں تک خود پہنچتے تھے اور حق کی دعوت دیتے تھے یہاں تک کہ کبھی لوگوں کے گھروں تک خود پہنچ جاتے تھے اور کلمہ حق کی دعوت پیش فرماتے تھے مکہ معظمہ سے سفر کر کے طائف تشریف لے گئے اور وہاں عبدیالیل رئیسوں کے گھروں پر جا کر تبلیغ کا فرض ادا فرمایا حج کے موسم میں ایک ایک قبیلہ کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کو حق کا پیغام پہنچاتے اور ان کے ترش و تند جوابوں کی پروانہ فرماتے تھے آخر اسی تلاش میں یثرب کے وہ سعادت مند انصاری صحابہ ملے جن کے ہاتھوں سے ایمان و اسلام کی دولت مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو

منتقل ہوئی۔

صلح حدیبیہ کے بعد جب ملک میں امن و امان و اطمینان ہوا تو اسلام کے سفیر مصر و ایران و حبش کے بادشاہوں اور عمان و بحرین اور یمن اور حدود شام کے رئیسوں کے پاس اسلام کا پیغام لے کر پہنچے اور مختلف صحابہ نے عرب کے مختلف صوبوں اور قبیلوں میں جا کر اسلام کی تبلیغ کی حضرت علی اور معاذ بن جبل نے یمن کا رخ کیا یہی حال ہر دور کے علمائے حق اور ائمہ دین کا رہا۔

اس سے معلوم ہوا کہ داعی و مبلغ کا خود فرض ہے کہ وہ لوگوں تک پہنچے اور حق کا پیغام پہنچائے بعض صاحبوں کو بعض خانقاہ نشینوں کے موجودہ طرز سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ان خاصان حق کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے حالانکہ یہ سراسر غلط ہے ان بزرگوں کی سیرتوں اور تذکروں کو کھول کر پڑھیں تو معلوم ہو گا کہ یہ کہاں کے رہنے والے تھے فیض کہاں پایا اور جو پایا اس کو کہاں کہاں بانٹا اور کہاں جا کر زیر زمین آرام کیا اور یہ اس وقت کیا جب دنیا ریلوں لاریوں موٹروں اور سفروں کے دوسرے سامان راحت سے محروم تھی معین الدین چشتیؒ سیستان میں پیدا ہوئے چشت واقع افغانستان میں دولت پائی اور راجپوتانہ کے کفرستان میں آکر حق کی روشنی پھیلائی، فرید شکر گنجؒ سندھ کے کناروں سے دہلی تک اور دہلی سے پنجاب تک آئے گئے اور ان کے مریدوں درمریدوں میں حضرت نظام الدین سلطان الاولیاءؒ اور پھر ان کے خلفاء کے احوال اور ان کے سفر کے مقامات اور ان کے جائے وقوع کو دیکھئے کہ وہ کہاں کہاں ہیں کوئی دکن میں ہے کوئی مالوہ میں ہے کوئی بنگال میں ہے کوئی صوبجات متحدہ میں ہے۔

6_ اسلامی دعوت و تبلیغ کا ایک بڑا اصول" نفیر" ہے یعنی دین کی طلب اور تبلیغ کے لئے ترک وطن کر کے ایسے مقامات پر جانا جہاں دین حاصل ہو سکے اور پھر وہاں سے لوٹ کر اپنے وطن میں آکر اپنے قبیلوں اور ہم قوموں کو اس فیض سے مستفید کرنا سورہ نساء کی حسب ذیل آیت اگرچہ اپنے شان نزول کے لحاظ سے جنگ کے موقع کی ہے مگر الفاظ کے عموم کی بناء پر ہر اس نفیر کو شامل ہے جو کسی کار خیر کے

لئے کی جائے جیسا کہ قاضی بیضاوی نے بھی اپنے تفسیر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔
"اے ایمان والو! اپنا بچاؤ کرو اور الگ الگ یا جتھا بنا گھروں سے نکلو"_ (سورہ نساء)
ایک دوسری آیت خاص اسی مفہوم کی سورہ براۃ میں ہے
"یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سارے مسلمان گھروں سے نکلیں، تو کیوں ہر گروہ سے کچھ لوگ اس غرض کے لئے گھروں سے نہیں نکلتے کہ وہ دین کا علم حاصل کریں اور جب وہ اپنے گھر لوٹ کر آئیں تو اپنے لوگوں کو اللہ سے ڈرائیں تاکہ وہ بھی برائیوں سے بچنے لگیں" (سورہ برات)

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسی طرح وفود بنا بنا کر الگ الگ قبیلوں سے لوگ مدینہ منورہ آتے اور ہفتہ عشرہ بعض دو عشرے رہ کر دین کا علم اور عمل حاصل کر کے اپنے اپنے گھروں کو دین سے واقف کرنے کا کام کرتے تھے۔

7_ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجد نبویؐ کے چبوترے پر اصحاب صفہؓ کا حلقہ تھا جن کا کہیں گھر نہ تھا گذر بسر کی صورت یہ تھی کہ یہ لوگ دن کو جنگل سے لکڑیاں کاٹ لاتے اور بازار میں بیچتے اور رات کو کسی معلم کے پاس دین کا علم سیکھتے، اور ضرورت کے وقت مختلف مقاموں میں بھی مبلغ بنا کر بھیجے جاتے ضروری مشاغل کے علاوہ دین کی تعلیم اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض یابی اور عبادت میں انہماک ان کے کام تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک ایسے گروہ کا انتظام رکھنا بھی نظم جماعت سے ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ گروہ خاص تربیت(شریعت، طریقت اور سیاست کی حامل اجتماعیت) کے ماتحت پیدا ہوتا تھا اور صحبت نبوی کی برکت سے ظاہری و باطنی فیوض سے مالا مال رہتا تھا اور تبلیغ و دعوت کے کاموں کو انجام دیتا تھا۔

8_ تعلیم کا طریقہ زیادہ تر فیض صحبت زبانی تعلیم و احکام و مسائل کا ذکر اور مذاکرہ اور ایک دوسرے سے پوچھنا اور سیکھنا اور بتانا تھا ان کی راتیں عبادتوں سے معمور رہتی تھیں اور شب و روز کاروبار دین میں مصروف،اوپر کی سطروں میں تبلیغ و دعوت کے اصول پر جو کچھ آپ کے سامنے پیش کئے گئے ہیں اس سے معلوم ہو گا کہ اسلام کے تبلیغی اصول اور دعوت کے طریق کیا ہیں؟

ہماری مطبوعات

[illegible]	شیخ الہند مولانا محمود حسن
استعماری نظام اور اس کی قباحتیں	شیخ الہند مولانا محمود حسن
فکر ولی اللہی کا تاریخی تسلسل	مولانا عبید اللہ سندھی
قرآنی حزب انقلاب	مولانا عبید اللہ سندھی
قرآنی اقدام انقلاب	مولانا عبید اللہ سندھی
قرآنی قانون انقلاب	مولانا عبید اللہ سندھی
قرآنی اصول سیاسیات	مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی
اسلام کے اقتصادی نظام کا تاریخی جائزہ	مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی
سرمایہ دارانہ جاہلیت	مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی
ولی اللہی تحریک (الف سیاسی ب ترجمہ مرکز جماعت شہادت) [illegible]	مولانا سید محمد میاں
امام شاہ عبد العزیز (افکار و خدمات)	مولانا سید محمد میاں
شعور کی تلاش	مولانا شوکت اللہ انصاری
فلسفہ دین اور عبادات	چوہدری افضل حق
شاہ و گدا	چوہدری افضل حق
سرمایہ فکر و عمل	چوہدری افضل حق
ارکان اسلام	چوہدری افضل حق
عبادت و خلافت	مولانا قاری محمد طیب
حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی کا شعور دین	مفتی سعید الرحمن
اجتماعی مسائل کا ولی اللہی حل	محمد مقبول عالم ایم اے
دین کے معاشی نظام اجتماعیت کی قدر و اہمیت	مفتی عبد الخالق آزاد
نظام کیا ہے؟	مفتی عبد الخالق آزاد
تبدیلی نظام کا ولی اللہی نظریہ	مفتی عبد الخالق آزاد
تبدیلی نظام کیوں اور کیسے؟	مفتی عبد الخالق آزاد
ولی اللہی فکر ایک تعارف	چوہدری عبد الرؤف